© rasailojaraid.com

سفارش xv)

اسلامی عقائد کے حامل افراد (مسلمان) جن کی توہین کی گئی ہے، وہ گوروں کے اس طبقے سے مختلف طبقہ ہیں جس نے توہین کا آغاز کیا یا جو توہین کے ذمہ دار ہیں، جسے ICERD اور CERD جرم قرار دیتے ہیں۔شہریوں کو جو بنیادی آزادیاں اور انسانی حقوق ICCPR کے توسط سے حاصل ہیں، ''انسانی حقوق کی کمیٹی'' ان سے متعلقہ قوانین کی مفصل اور سیر حاصل توجیہ و توضیح کرتی ہے۔اس کمیٹی نے ''فاریسن بنام فرانس'' کیس میں دیئے جانے والے عدالتی فیصلے کی توثیق کی تھی۔اس عدالتی فیصلے کے تحت ''یہودی مخالف کی دل جوئی اور انہیں سہارا دینے کے لئے ضروری ہے کہ ایسے بیانات کے اجرا پر پابندی عائد کردی جائے جو یہود مخالف ہوں یا جن سے یہودیوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہو۔اس طرح یہودیوں کو مذہبی منافرت کی دفعہ (۲) ۲۰ کے پس منظر میں کارفرما اصول بھی مذکورہ پابندی کی حمایت کرتا ہے۔آزادی اظہار کے حق سے استفادہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بعض فرائض اور ذمہ داریاں اپنے ذمہ لے لی جائیں''۔

''انسانی حقوق کی کمیٹی'' (HRC) نتیجہ اخذ کر چکی ہے کہ اس نوعیت کی پابندی ICCPR کی دفعہ ۱۹ کی خلاف ورزی نہیں کرتی۔سوال یہ ہے کہ یورپی عدالتیں یہودیوں کو تو حق دیتی ہیں کہ ان کے خلاف بیانات جاری نہ کئے جائیں اور بڑے پر جوش انداز میں یہ اہتمام کیا جاتا ہے کہ ان کے مذہبی جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے پھر مسلمانوں کو یہ حق دینے میں لیت و لعل سے کیوں کام لیا جاتا ہے؟ ''انسانی حقوق کی عالمی عدالت'' کے فیصلوں پر نظر ڈالی جائے تو مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

''اظہار رائے کی آزادی کا اطلاق ان معلومات و نظریات پر بھی برابر ہوتا ہے، جو ریاست میں انتشار یا عوام کے کسی طبقے میں اشتعال کا سبب بن سکتے ہوں، اجتماعیت اور برداشت کے یہی تقاضے ہیں، جن کے بغیر کسی معاشرے کو جمہوری معاشرہ نہیں کہا جا سکتا''۔

ڈائی چنڈ و دیگر بنام آسٹریا، کرتاس بنام ترکی، بیلڈٹ ٹرامز بنام ناروے جیسے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقدمات میں یورپی عدالتوں نے صحافیوں کو اشتعال انگیز حد تک مبالغے کی اجازت دے دی، تاہم ایک یورپی عدالت نے ''ڈنگرود بنام برطانیہ'' نام کے مقدمے میں مذکورہ بالا مقدمات کے فیصلوں سے مختلف فیصلہ بھی دیا جس کے تحت ''جب دفعہ (۲) ۱۰ کے تحت سیاسی تقاریر اور قابل اعتراض و متنازعہ سیاسی مباحث پر پابندی عائد نہ کی جا سکے تو عوامی مفاد کے پیش نظر آزادی اظہار کے حق کو محدود کیا جا سکتا ہے، بالخصوص جو مباحث ذاتی، اخلاقی یا مذہبی عقائد سے متعلق ہوں''۔

''اوٹو پریمنگر انسٹی ٹیوٹ بنام آسٹریا'' نام کے مقدمے میں بھی اسی اصول کی پیروی کرتے ہوئے عدالت نے لکھا کہ ''دفعہ ۹ کے تحت مذہبی جذبات کے احترام کی جو ضمانت فراہم کی گئی ہے، اس کے مطابق کسی بھی مذہب کی توہین پر مبنی اشتعال انگیز بیانات کو بدنیتی اور مجرمانہ خلاف ورزی قرار دیا جا سکتا ہے۔ جمہوری معاشرے کے اوصاف میں یہ وصف بھی شامل ہے کہ اس نوعیت کے بیانات، اقوام یا افعال کو تحمل برداری اور برداشت کی روح کے منافی خیال کیا جائے اور دوسروں کے مذہبی عقائد کے احترام کو صد فی صد یقینی بنایا جائے۔ اگر کوئی کسی دوسرے کے مذہبی عقائد کی مخالفت کرے یا انہیں جھٹلائے تو عدالت ان پر پابندی عائد کر سکتی ہے کہ وہ ممکنہ حد تک ایسی گفتگو سے پرہیز کرے جو کسی دوسرے عقیدے یا مذہب کے ماننے والے کی دل آزاری کا باعث بنتی ہو۔ ''ڈیوبوسکا اور سکپ بنام پولینڈ ۴۰'' کیس میں اسی سوچ کو عملی جامعہ پہناتے ہوئے عدالت نے لکھا کہ:

''جن باتوں کو مذہب یا عقیدے کی رو سے مقدس یا قابل تعظیم سمجھا جاتا ہو، ان کی تشدد اور اشتعال انگیز تصویر کشی کو دفعہ ۹ کے تحت حاصل شدہ حقوق کی نفی اور خلاف ورزی سمجھا جائے گا۔ حکومت کا بہ ثبت فرض یا مثبت ذمہ داری ہے کہ اقلیتوں کے پختہ مذہبی عقائد کے تحفظ کا اہتمام کرے اور انہیں ہر قسم کے حملوں سے بچائے۔ قانون کے تحت حاصل شدہ کسی بھی مذہبی حق کا استعمال، اگر کسی فرد کے عقائد کی توہین کرتا ہو تو اس کی حدود کا تعین کرنے کے لئے ریاست کی مداخلت جائز ہوگی۔ ریاست کا فرض ہے کہ وہ شہریوں کے باہمی تعلقات میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مذہبی عقائد کی آزادی کے حق کے احترام کو بھی یقینی بنائے عوام اور ریاستی حکام کے باہمی مراسم کے تناظر میں بھی آزادی مذہب کے حق کو محترم جانے۔ اس ریاستی فرض کا ادراک برطانیہ میں اقلیتوں کے مذاہب کے فروغ میں (یورپی) کنونشن کو ممد بنا سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مذکورہ فروغ کے عمل میں (یورپی) کنونشن کو اہم کردار سونپا جا سکتا ہے"۔ (دی اوٹو پریمنگر کیس)

(بشکریہ ماہنامہ الشریعہ)

انسانی حقوق کے حوالے سے اقوام متحدہ کی معاہداتی تنظیموں (CERD اور HRC) اور یورپی عدالتوں کے علاوہ فرانس، جرمنی، آسٹریا، اٹلی اور بعض دوسرے ممالک کی قانون ساز اسمبلیوں کے منظور شدہ قوانین نے ایک مخصوص فلسفہ قانون کو متشکل کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان ممالک کے قوانین کی رو سے "ہولوکاسٹ" (ہٹلر کے ہاتھوں جرمنی میں مقیم یہودیوں کا قتل عام) سے انکار اور اسے خلاف واقعہ قرار دینا جرم ہے۔ (اس طرح اظہار رائے کی آزادی پر پابندی عائد کر کے اس حق کو محدود کر دیا گیا ہے) اندریں حالات پیغمبر اسلام سے نفرت (نعوذ باللہ) پر مبنی مواد یا تصاویر (کارٹونوں) کی اشاعت کا متعلقہ ممالک کی حکومتوں، قانون ساز اسمبلیوں اور عدالتوں نے نوٹس کیوں نہیں لیا؟ (بے نیازی، سردمہری اور لاتعلقی) کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کو عیسائیوں اور یہودیوں سے کمتر سمجھا جاتا ہے۔ کیا یہ امتیاز عدم مساوات کی نشاندہی نہیں کرتا؟

اگر اشتعال انگیز اور نفرت آمیز تصاویر کا کوئی نوٹس نہ لیا جائے اور انہیں نظر انداز کر دیا جائے تو نتیجتاً انتہائی سنگین اور متشدد تنازعات جنم لے سکتے ہیں۔ گزشتہ ایک عشرے کے دور میں روانڈا اور بوسنیا کے انکوائری کمیشنوں ہیگ اور اروشا میں "جرائم کے عالمی ٹربیونلز" نے کئی مفصل شواہد ریکارڈ کیے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نفرت پر مبنی خیالات واحساسات کا اظہار زبان سے کیا جائے یا تحریر سے یا تصویر کشی کا سہارا لیا جائے اور میڈیا ان خیالات اور حساسات کو پھیلانے اور عام کرنے میں بھرپور (مگر منفی) کردار ادا کرے تو ہم انہیں انسانی حقوق کی شدید خلاف ورزی کی علامات قرار دے سکتے ہیں۔ اگر یورپی ممالک نے اپنے میڈیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے توسط سے کئے جانے والے نفرت کے اظہار کی روک تھام نہ کی تو مغربی اور اسلامی تہذیبوں کے تصادم کے جانبدارانہ اور متعصبانہ نظریات سچ ثابت ہو جائیں گے اور اسطرح ان نظریات کے داعی اپنے مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہریں گے، لہٰذا آزادی اظہار کے حق کا استعمال کرتے وقت ضروری ہے کہ اسے اخلاقی حدود و قیود میں رکھا جائے۔ یہی ''روشن خیال اعتدال پسندی'' کا اولین تقاضا ہے۔ عوامی مفاد کے پیش نظر بھی ایسا کرنا ضروری ہے۔

محولہ بالا فلسفہ ہائے قوانین کی روشنی میں یورپی ممالک میں موجودہ سماجی، فلاحی اور معاشرتی تنظیموں کو چاہئے کہ وہ ریاستی حکام، قانون ساز اسمبلی اور عدالتوں کی توجہ اس جانب مبذول کروائیں تا کہ یورپی یونین میں مقیم ڈیڑھ کروڑ مسلمان تارکین وطن توہین سے بچ جائیں اور ان کا مذہبی تقدس بھی مجروح نہ ہو۔ ڈنمارک کے وزیر اعظم راس مسن سے خصوصی درخواست کی جائے کہ وہ انسانی حقوق کے قوانین کے حوالے سے اپنے عالمی فرائض سے عہدہ برآ ہوں، امریکی اور برطانوی اخبارات نے ان کی دوبارہ اشاعت سے اجتناب برتنے کا جو عندیہ دیا ہے، وہ بھی خوش آئند ہے۔ یہ طرز عمل اسلامی دنیا کے مذہبی جذبات کے احترام کے مترادف ہے۔

مغرب میں بعض اوقات یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ اسلامی اقدار مغرب کی معاشرتی اقدار سے ہم آہنگ ہیں یا نہیں؟ ہاں! اساسی اعتبار سے دونوں ایک ہیں، لیکن دونوں میں بعض نمایاں اور واضح اختلافات بھی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً مغربی معاشرے میں شہریوں کو اظہار رائے کی مادر پدر آزادی حاصل ہے، وہ دوسروں کے عقائد کا جس طرح چاہیں، مضحکہ اڑا سکتے ہیں، لیکن اسلامی معاشروں میں اس چیز کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

انسانی حقوق کے متعدد معاہدوں میں مسلمان ممالک فریق کی حیثیت رکھتے ہیں۔ شہری، سیاسی، اقتصادی، سماجی اور ثقافتی حقوق کے عالمی معاہدات، عورتوں کے ساتھ منفی امتیاز کے امتناع کا معاہدہ، ہر قسم کے نسلی امتیاز (تعصبات) کے خاتمہ کا عالمی معاہدہ، بچوں کے حقوق کا عالمی معاہدہ اور بعض دیگر معاہداتی دستاویزات کے ذریعے ''انسانی حقوق کے بین الاقوامی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعلامیہ'' کے پس پردہ کارفرما اصولوں کو قانونی ضوابط کا درجہ دے دیا گیا ہے، اسی طرح ریاستوں کو پابند کر دیا گیا ہے کہ وہ اپنے انتظامی، قانونی اور تعزیری قوانین کے نفاذ میں بھی عالمی معیار کو پیش نظر رکھیں۔

یہ درست ہے کہ بعض ممالک ان دستاویزات کی کئی شقوں کے بارے میں تحفظات کا شکار ہیں۔ ان میں مغرب، ایشیا، افریقہ، لاطینی امریکہ کے کچھ ممالک شامل ہیں۔ ان معیارات پر عمل درآمد کے وقت بعض ممالک اپنے فرائض کی کما حقہ ادائیگی سے قاصر رہتے ہیں۔ یہ CERD یا HRC جیسے نگران اداروں اور یا پھر ان مانیٹرنگ کمیٹیوں کا کام ہے، جن کا انتخاب جغرافیائی اعتبار سے مساویانہ ہونا چاہئے۔

صرف یہ کہہ دینا اختلافات کو ہوا دینے اور سنگین تر کرنے کے مترادف ہے کہ دونوں تہذیبوں اور دونوں ثقافتوں میں ہم آہنگی کا فقدان کا ہے۔ اس نوعیت کے اظہار رائے میں اس مسئلے کا حل مضمر نہیں۔ مسلمان ریاستوں پر تنقید بے جا اور غیر حقیقت پسندانہ ہے کہ وہ مغربی اقدار سے مکمل سمجھوتہ نہیں کر رہیں۔ دو مختلف تہذیبوں کے ساتھ ان کی تاریخی وابستگی کو پیش نظر رکھا جائے تو مطالبہ احمقانہ نظر آئے گا۔ مثال کے طور پر اگر مغرب مسلمان ممالک سے یہ توقع کرے کہ وہ اظہار رائے کی آزادی کا ملا قبول کر لیں اور اس بات کو پیش نظر نہ رکھیں کہ وہ آزادی ان کے مذہبی شعور و احساس کو کتنے شدید دھچکوں سے دوچار کرتی ہے، حتی کہ وہ ایسی ہستیوں کی توہین بھی برداشت کر لیں جو ان کے نزدیک مقدس ترین اور حد درجہ قابل احترام ہیں تو ناقدین آگاہ رہیں کہ کوئی اسلامی ریاست اس نوعیت کی آزادی سے استفادہ نہیں کرے گی اور پھر مغربی معاشرت میں بھی اس قسم کی آزادی تضادات کا شکار ہے اور مغربی ممالک نے اس حوالے سے دوہرے معیار اپنا رکھے ہیں۔

اسلام کے خلاف دریدہ ذہنی کے چیلنج سے نمٹنا مقصود ہے تو مسلمان دنیا کو چاہئے کہ اپنے جائز غم و غصے کو پرتشدد انداز میں ظاہر کرنے کی بجائے مغرب کے ساتھ دانشورانہ مباحث کی راہ اپنائے۔ مسلمانوں کی اپنے نبی ﷺ کے ساتھ وابستگی اور عقیدت کسی سے ڈھکی چھپی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہر گز نہیں، جنہوں نے متعدد ستم اٹھائے، صعوبتیں برداشت کیں، لیکن اپنے نیک مقاصد کو ترک نہ کیا اور بالآخر مکہ میں ایک فاتح کے طور پر داخل ہوئے اور انتقام کی راہ سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنے بدترین دشمنوں کو بھی معاف کر دیا۔ ایک عظیم الشان فاتح ہو کر بھی انہوں نے عفو درگزر کی ایسی مثال قائم کر دی جس کی ماضی قریب یا بعید میں کوئی نظیر دستیاب نہ تھی۔ لہٰذا امت مسلمہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ دلی، ذہنی اور جذباتی وابستگی کا اظہار کرتے وقت ان کی سنت کو ترک نہ کریں اور اگر انتہائی غیر ذمہ دارانہ انداز میں توہین آمیز اور لڑنے مرنے پر اکسانے والے حملے کئے جائیں تو بھی وہ اپنی صفوں میں اتحاد اور نظم وضبط کی کمی نہ آنے دیں۔ (بشکریہ روزنامہ "پاکستان" لاہور اور ماہنامہ الشریعہ)

میڈیا کی جنگی یلغار بالفاظ قرآنی والغوا فیہ لعلکم تغلبون یا اردو محاورہ کے مطابق "چور مچائے شور" اپنی دہشت گردی وتعصبات کو چھپانے کے لئے قرآن، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یک طرفہ یلغار کر دی گئی۔ مغربی میڈیا نے عوام کے اندر صلیبی جنگ کے نعرہ کے مطابق ہیجان برپا کر دیا جس سے باہمی خدشات، تصادم اور خوف میں اضافہ ہوا لیکن جیسے جیسے وقت گذر رہا ہے پروپیگنڈہ کی دھول بیٹھ رہی ہے فریب اور طاقت کا پردہ فاش ہو رہا ہے مکالمہ کی ضرورت کا احساس فروغ پا رہا ہے تاکہ جانبین سے جس نے سمجھنے میں غلطی کی ہے اسے اس پر غور کرنا چاہئے، عیسائیت کے پیروکاروں کی جانب سے مکالمہ کی صدا بہت بلند آہنگ کے ساتھ تقریباً پچیس تیس سال سے بلند ہوتی رہی ہے لیکن احمد دیدات کے ہاتھوں متعدد صدمات سہنے کے بعد یہ صدا سکوت میں تبدیل ہو گئی ہے اور جہاں کہیں دوبارہ ظاہری کوشش کی جاتی ہے اس میں مسلمانوں کی جانب سے ایسے افراد کو نمائندگی کی دعوت دی جاتی ہے جن کا نام عربی یا مسلمانوں جیسا ہو وہ اس اسٹیج پر وہی کرتا ہے جو مداری کا بندر کرتا ہے ان کٹھ پتلیوں کے ذریعہ اپنی رواداری اور اسلام کی نمائندگی کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔

مکالمہ کیسے کرنا چاہئے؟ اور کس کے درمیان ہونا چاہئے؟ اور کس موضوع یا پہلو پر ہونا چاہئے؟ یہ یقیناً قابل غور پہلو ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہم سمجھتے ہیں حکومت کو مکالمے کے فروغ کے لئے فقط سرپرستی کرنی چاہیے اور یہ مکالمہ تمام مذاہب کے علماء واسکالرز کے درمیان ہونا چاہیے اس لئے کہ علماء مذہب اور مسائل کا بہتر ادراک وشعور رکھتے ہیں۔

مکالمہ کے بے شمار پہلو ہیں مثلاً ملکی ومعاشرتی مسائل کے حل میں لامذہبیت کا خاتمہ کرنا، مذہب کے اثر ورسوخ میں اضافہ کرنا، مذہبی بنیادوں پر ہونے والے تصادم کا خاتمہ کرنا۔

لیکن ہم سمجھتے ہیں سب سے اہم مسئلہ دنیا میں امن کا قیام ہے۔ جس کا ہر فرد ہر حکومت اور ہر مذہب کا پیروکار خواہاں ہے لیکن امن بذریعہ طاقت کا فلسفہ ناکام ہوچکا ہے لہٰذا امن بذریعہ مکالمہ بین المذاہب کی کوشش کی جانی چاہیے۔

۴رمئی ۲۰۰۵ء کو صوبائی سیرت النبی کانفرنس کے موقع پر ہم نے اسی اہمیت کے پیش نظر ایک قومی سیرت کانفرنس ۲۰۰۶ء کا اعلان کیا تھا اور اسے شائع بھی کردیا تھا جس کا عنوان تھا:

قومی سیرت النبی ﷺ کانفرنس ۲۰۰۶ء

بعنوان: عالمی مذاہب کے درمیان مکالمہ

باہمی خدشات، امکانات اور تصادم

اُسوہ انبیاء اور کتب مقدسہ کے تناظر میں

ہمیں خوشی ہے اس فکر کو سرکاری سطح پر بھی پذیرائی مل رہی ہے اور خود حکومت کی جانب سے بھی اس قسم کے پروگراموں کے انعقاد، ان کی اہمیت وضرورت اور ان میں شرکت کے اعلانات سامنے آرہے ہیں۔

روزنامہ جنگ ۱۴راگست ۲۰۰۵ء کے مطابق صدر جنرل پرویز مشرف (ستمبر کے وسط) میں امریکہ میں یہودیوں کی عالمی کونسل کے صدر جیک روزین کی دعوت پر یہودیوں کے عالمی گروپ سے خطاب کیا۔

جنگ کراچی ۲۸راگست ۲۰۰۵ء کے مطابق امریکہ میں پاکستانی سفیر جہانگیر کرامت نے کہا صدر کا خطاب مذاہب کے درمیان مکالمہ کی کڑی ہوگا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جنگ کراچی ۲۹ر اگست ۲۰۰۵ء کے مطابق چودھری شجاعت نے تہذیبی تصادم کا حل پیش کرتے ہوئے فرمایا عیسائیت، اسلام اور یہودیت میں مکالمہ کرایا جائے۔ جنگ کراچی ۲۴ر اگست ۲۰۰۵ء کی خبر کے مطابق کرسچن اسٹڈیز سینٹر کے تحت بھی اس حوالہ سے ایک سیمینار منعقد ہوا ہے جس کا عنوان تھا ''قیام امن کے لئے صحافیوں، وکلاء اور مذہبی لیڈروں کا کردار'' گو کہ مباحث کا علم نہیں ہو سکا لیکن یہ واضح ہے کہ مکالمہ کی ضرورت کا احساس تمام مذاہب میں موجود ہے لیکن یہ قومی کانفرنس جس کا ہم نے اعلان کیا ہے تنہا نہیں کر سکتے پورے ملک سے مختلف مذاہب کے اسکالرز کو جمع کرنا سفر و قیام کے اخراجات کے لئے ہمیں حکومت اور فکری ہم آہنگی رکھنے والوں سے تعاون کی درخواست ہے امید ہے اس کانفرنس کے ذریعہ نہ صرف ملک بلکہ بیرون ملک بھی مذہبی رواداری اور اسلام کی اعلیٰ و جامع تعلیمات اجاگر ہوں گی۔

قرآن کا اکثر حصہ غیر مسلموں سے مکالمہ پر مشتمل ہے دو سو سے زائد غیر مسلم وفود سے آپ ﷺ نے مکالمہ کیا جس میں یہودی، عیسائی وغیرہ سب شامل ہیں، ضرورت ہے بامقصد و بامعنی مکالمہ کے ذریعہ اس سنت نبویہ ﷺ کو زندہ کیا جائے۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی　　میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے غازی

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حب رسالت ﷺ کے تقاضے

مولانا مفتی محمد نعیم

محبت ایک فطری جذبہ ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر انسان بلکہ ہر مخلوق کے دل میں ودیعت کررکھا ہے، اس جذبہ کی وجہ سے دل محبوب کے لیے نرم وکشادہ ہو جاتا ہے، اور اس جذبہ میں ایک پُرسکون لذت بھی پائی جاتی ہے چنانچہ یہی جذبہ محبت انسان کو اس کے محبوب کے سامنے عجز و نیاز اور اس کے احکام کی تابعداری کا سبب بنتا ہے۔ والدین کی محبت، اولاد کی محبت، اساتذہ و مشائخ کی محبت اور ہر محسن کی محبت وغیرہ وغیرہ جائز محبت کے فروغ ہیں۔ اب اگر خدانخواستہ اس جوہر محبت کا استعمال کسی حرام محل میں ہو تو اس محبت کی لذت کی حالت خارش کی طرح ہوتی ہے، جس کے کھجانے میں گو وقتی طور پر لذت محسوس ہوتی ہے مگر کھجانے کے بعد پہلے سے زیادہ سوزش تکلیف اور بے سکونی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور اگر کوئی خوش بخت انسان اسی جوہر محبت کو ایسی جگہ استعمال کرے جو نہ صرف جائز بلکہ پسندیدہ ہو بلکہ مامور ہو، جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے نسبت رکھنے والے ہر شخص اور ہر چیز کی محبت تو ایسی محبت میں بھی پر کیف لذتی ہوتی ہے۔ جیسے جیسے اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، اس کے دل میں سکون، راحت اور اطمینان بڑھتا رہتا ہے۔

حب رسول ﷺ حاصل کرنے کا طریقہ

آنحضرت ﷺ کی محبت کے حصول کا ذریعہ یہ ہے کہ:

(۱) آپ ﷺ کے کمالات ظاہرہ وباطنہ اور آپ کے اُسوۂ حسنہ کا مطالعہ کرے۔

(۲) آپ ﷺ کے اُمت پر جو بے شمار احسانات ہیں ان کو سوچا کرے۔

چانسلر جامعہ بنوریہ انٹرنیشنل سائٹ کراچی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۳) آپ ﷺ کی محبت کے حصول کی نیت سے کثرت سے درود شریف پڑھا کرے۔

(۴) اللہ تبارک وتعالیٰ سے آپ ﷺ کی محبت کے حصول کی دعا کیا کرے۔

(۵) وہ اہل اللہ کاملین جو اس دولت عظمیٰ سے اپنے قلب کو باغ و بہار بنا چکے ہیں ان کی صحبت و معیت اختیار کرے۔

رسول عربی ﷺ سے محبت اور اس کا تقاضا

حدیث شریف میں ہے:

عن انسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ: "لا یؤمن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین۔ (۱)

ترجمہ: "حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے باپ، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"

حضور اکرم ﷺ سے محبت جزو ایمان ہے۔ "محبت" ایک تو طبعی ہوتی ہے جیسے اولاد کو باپ سے یا باپ کو اولاد سے محبت ہوتی ہے، اس محبت کی بنیاد طبعی وابستگی اور فطری تقاضا ہوتا ہے، اس کے برخلاف ایک محبت عقلی ہوتی ہے جو کسی طبعی وفطری وابستگی اور تقاضے کے تحت نہیں ہوتی، بلکہ کسی عقلی ضرورت ومناسبت اور خارجی وابستگی کے تحت کی جاتی ہے، اس کی مثال مریض اور دوا کی ہے یعنی بیمار شخص دوا کو اس لیے پسند نہیں کرتا کہ دوا لینا اس کا طبعی اور فطری تقاضہ ہے، بلکہ یہ دراصل عقل کا تقاضا ہوتا ہے کہ اگر بیماری ختم کرنا ہے اور صحت عزیز ہے تو دوا استعمال کرنی ہوگی، خواہ اس دوا کی تلخی اور کڑواہٹ کا طبیعت پر کتنا ہی بار کیوں نہ ہو۔

اور کبھی یہی عقلی محبت، طبعی محبت کا روپ دھار لیتی ہے، شاعر کہتا ہے:

امر علی الدیار دیار لیلی　　اقبل ذا الجدار و ذا الجدار

وما حبّ الدیار شغفن قلبی　　ولکن حبّ من سکن الدیار (۲)

ترجمہ: "میں لیلیٰ کے گھر پر گزرتا ہوں کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں کبھی اُس دیوار کو، میرے دل کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گھر کی محبت نے نہیں، بلکہ اس گھر کے رہنے والے کی محبت نے پھاڑا ہے۔"

بہر حال حدیث مبارک کا حاصل یہ ہے کہ تکمیلِ ایمان کا مدار حب رسول ﷺ پر ہے۔ جس شخص میں ذاتِ رسالت سے اس درجہ کی محبت نہ ہو (کہ اس کے مقابلہ پر دنیا کے بڑے سے بڑے رشتے، بڑے سے بڑا تعلق اور بڑی سے بڑی چیز کی محبت بھی بے معنی نہ ہو) وہ کامل مسلمان نہیں بن سکتا۔ ایمان کی حلاوت اور چاشنی حضور اکرم ﷺ سے محبت ہی کے ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے۔ حضرت انسؓ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

"ثلث من کن فیه وجد حلاوة الایمان ان یکون الله ورسوله احب الیه مما سواهما وان یحب المرء لا یحبه الا لله وان یکره ان یعود فی الکفر کما یکره ان یقذف فی النار." (۳)

ترجمہ: "جس شخص میں یہ تین چیزیں ہوں گی وہ ایمان کی (حقیقی) لذت سے لطف اندوز ہوگا۔

(۱) اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہو۔

(۲) یہ کسی بندہ سے اس کی محبت محض اللہ (کی خوشنودی) کے لیے ہو۔

(۳) وہ اسلام سے پھر جانے کو اتنا ہی برا جانے جتنا آگ میں ڈالے جانے کو۔"

کمالِ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مؤمن کے دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اس درجہ رچ بس جائے کہ ان کے ماسوا تمام دنیا اس کے سامنے ہیچ ہو۔ اسی لیے حدیث میں فرمایا گیا کہ ایمان کی حقیقی دولت کا مالک تو وہی شخص ہے جو ان تینوں اوصاف سے پوری طرح متصف ہو اور ایمان کی حقیقی لذت کا ذائقہ وہی چکھ سکتا ہے جس کا دل ان چیزوں کی روشنی سے منور ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے محبت اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ خالقِ کائنات ہیں اور رسول اکرم ﷺ سے محبت کا منشا یہ ہے کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے کمالات کے مظہر ہیں۔

کسی سے محبت تین وجوہات کی بنا پر کی جاتی ہے۔

(۱) جمال (۲) کمال (۳) نوال

حضور اکرم ﷺ میں یہ تینوں صفات بطریق اتم واکمل موجود تھیں۔ حضرت زہرہ بن معبدؓ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہتے ہیں، کہ میں نے اپنے دادا حضرت عبداللہ بن ہشامؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوئے تھے، آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر بن خطابؓ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا، حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! بلاشبہ آپ کی محبت اپنے دل میں سوائے اپنی جان کے ہر چیز سے زیادہ محسوس کرتا ہوں، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم اس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں ہوسکتے جب تک کہ میں تمہارے نزدیک تمہاری جان سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں، حضرت عمرؓ نے عرض کیا بیشک! اب تو آپ میری جان سے زیادہ محبوب ہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے عمر! ہاں (اب تم کامل مومن ہو)

علماء نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس محبت سے مراد عقلی محبت ہے، طبعی اور اضطراری محبت جو کہ غیر اختیاری ہے مراد نہیں ہے، اور عقلی محبت کی علامت اور نشانی یہ ہے کہ اسکے نزدیک آنحضرت ﷺ کا حکم اور آپ کی مبارک سنت ساری مخلوق سے راجح ہو، آپ ﷺ کے حکم کے سامنے اگر جان، مال، اولاد، خواہشات بلکہ تمام لوگوں کو قربان کرنا پڑے تب بھی دریغ نہ کرے، ایسا نہ ہو کہ والدین، اعزہ واحباب، بیوی بچوں اور دوسرے لوگوں کی خاطر یا اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے آپ ﷺ کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

"آپ ﷺ ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو، خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے، اور تمہارے گناہوں کو معاف کردیں گے اور اللہ تبارک و تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں، رحم فرمانے والے ہیں۔ (۴)

آنحضرت ﷺ کے ساتھ محبت کی علامت کو دوسری حدیث میں یوں بیان فرمایا گیا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی تمام خواہشات اس دین کے تابع نہ ہوجائیں جس کو میں لے کر آیا ہوں۔

حافظ ابن حجرؒ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ محبت میں سچا ہونے کی تین علامتیں ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱) محبوب کے کلام کو دوسروں کے کلام پر ترجیح دینا۔
(۲) محبوب کی مجالست کو دوسرے کی مجالست پر ترجیح دینا۔
(۳) محبوب کی رضا اور خوشنودی کو، دوسرے لوگوں کی رضا و خوشنودی کے مقابلے میں ترجیح دینا۔

یہ بات یاد رہے کہ ایمان کا مزا اور چاشنی اس وقت تک حاصل نہ ہوگی جب تک کہ طبعی طور پر بھی آپ ﷺ کی محبت تمام محبتوں پر غالب نہ آجائے اور روح و جان کے رگ و ریشے میں آپ ﷺ کی محبت سرایت نہ کر جائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جب کسی خوش نصیب کو ایسی محبت عطا فرما دیں تو پھر اس کو اپنے پیارے محبوب ﷺ کی ایک ایک ادا میں اتباع کے بغیر کسی لحہ اور کسی کروٹ چین نہیں آتا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:
تین خصلتیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں بھی ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت پائے گا۔

(۱) اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوں گے۔
(۲) جس شخص سے بھی محبت کرے اللہ کے لیے کرے۔
(۳) وہ کفر پر لوٹنے کو ایسے ہی ناپسند سمجھے جیسے آگ میں جانے کو۔

ان احادیث مبارکہ کا کھلے لفظوں میں پیغام یہ ہے کہ ایمان کی لذت اور حلاوت حاصل ہونے میں اس بات کو بڑا دخل ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اس کے دل میں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ ہو۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر ﷺ کی خدمت میں ایک دیہاتی حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! قیامت کب ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا تو نے اس کیلئے کیا سامان کر رکھا ہے؟ (جو اس کے آنے کا تجھے شوق ہے) اس نے عرض کیا کہ میں نے اس کیلئے کچھ بہت نماز روزہ کا سامان تو نہیں کیا مگر اتنی بات ہے کہ میں اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے اس فرمایا کہ (قیامت میں) ہر شخص اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہوگا (سو تجھ کو میرا یعنی رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نصیب ہوگا اور جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوگا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ساتھ بھی ہوگا) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام لانے (کی خوشی) کے بعد کسی بات پر اتنا خوش ہوتا نہیں دیکھا جتنا اس پر خوش ہوئے۔ اس حدیث میں کتنی بڑی بشارت ہے کہ اگر زیادہ عبادت کا بھی ذخیرہ نہ ہو تو اللہ اور رسول اللہ کی محبت سے اتنی بڑی دولت مل جائے گی۔

حب رسالت کا معتبر راستہ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور سرور عالم ﷺ کا عشق وہی معتبر ہے جو سنت کے راستے سے حاصل ہو۔ اگر حضور اکرم ﷺ کے طریقے سے ہٹ کر مثلاً طبلہ، سارنگی اور گانے بجانے سے تڑپ اور عشق پیدا ہو تو یہ عشق معتبر نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ سے فرمایا کہ آپ اعلان فرمادیں "قل ان کنتم تحبون اللّٰہ" (۶) تمہیں پیار کرے گا جس کا ترجمہ حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ یوں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ سے اعلان کروادیا کہ اگر تم اللہ کا پیارا بننا چاہتے ہو تو میرا چلن چلو۔ ہمارا پیارا نبی ﷺ ایسا پیارا ہے کہ جو اس کی چلن چلتے ہیں ان پر بھی ہم کو پیار آتا ہے، ہم ان کو بھی اپنا پیارا بنا لیتے ہیں۔ آپ دنیاوی محبت میں دیکھیے کہ کسی کا ایک بیٹا وہ اور اس بیٹے کی طرح محلّہ کا کوئی لڑکا چل رہا ہو تو باپ کو اس پر بھی پیار آتا ہے کہ دیکھو یہ میرے بیٹے کی طرح چلتا ہے۔ تو حضور اکرم ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اتنے پیارے ہیں کہ جو بھی ان کی چلن چلتا ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ہوجاتا ہے۔ آج ہمارا کیا حال ہے کہ آپ کی سنت کے طریقوں کو چھوڑ کر ہم حضور اکرم ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ صحابۂ کرامؓ جو حضور اکرم ﷺ کے نقش قدم پر چلے اور جن کو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا پروانہ مل گیا کہ صحابۂ کرامؓ سے اللہ راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے تو ان کا راستہ کتنا مستند ہے اور اسی سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرامؓ کے طریقہ کو چھوڑ کر عشق کا دعویٰ غیر معتبر ہے شاعر کہتا ہے۔

مستند رستے وہی مانے گئے جن سے ہوکر تیرے دیوانے گئے
لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے تا بہ منزل صرف دیوانے گئے

© rasailojaraid.com